مختصر تاریخ واحوال

شاہ چوکھا ولی اللہ

مصنف

مولانا محمد حسن خاں گنگوانی

11 اگست 1978ء

حرفے چند

میو قوم اور علاقۂ میوات کی تاریخ وتہذیب، شخصیات وتحریکات، زبان ولسانیات اور شعروادب کے بارے میں ہم، نادرونایاب اوراہم کتابوں، کتابچوں، پمفلٹوں، رسائل وجرائد کے شماروں اور مضامین کو *پی ڈی ایف* کے ذریعہ سے محفوظ اورعام کرنے کے لیے جہد ومساعی کررہے ہیں، دوستوں سے گزارش ہے کہ دل چسپی لیں اورتعاون فرمائیں، ان کے پاس یا ان کے علم میں کسی بھی نوع کی کتابوں حتیٰ کہ کوئی خبر، اشتہار، دعوت نامہ، خط، تصویر یا کوئی دستاویز مطبوعہ یا غیر مطبوعہ، جو کچھ بھی ہو، ازراہِ کرم ہمیں فراہم کریں تاکہ اسے محفوظ کرکے دست بردِ زمانہ سے بچایا جاسکے اور اہلِ علم وتحقیق کی اس مواد ولوازمہ تک رسائی بالکل آسان ہوسکے۔ ہم آپ کے تعاون کے دل سے شکر گزار ہوں گے۔

واضح ہو کہ اس سلسلہ کی کاوشیں:

(1) ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی کے مقالہ:

"بابائے اردو مولوی عبدالحق اور میوات"

(2) منشی محمد مخدوم تھانوی کی نادر و نایاب کتاب:

"مُرقعِ اَلوَر"

(3) ڈاکٹر مفتی محمد مشتاق تجاروی کے مقالہ:

"مورخ ملت مولانا سید محمد میاں اور میوات"

4) ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے مقالہ:

"میوات میں تبلیغ اسلام کا ابتدائی دور"

5) چودہری کریم خان میو کی کتاب:

"تاریخِ میو اور داستانِ میوات"

6) مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں میواتی ندوی کی ضخیم کتاب:

"تذکرہ صوفیائے میوات"

7) ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس کی کتاب:

"آئینۂ میوات"

8) چودھری محمد اشرف خان ایم. اے کی کتاب:

"میو قوم اور میوات"

,جبکہ نوویں کاوش,

9) مولانا چودھری کمال سالارپوری کی کتاب:

"سچّی سچّی کہے کمال"

کو پی ڈی ایف کی صورت میں عام کردیا گیا ہے,

جبکہ دسویں کاوش,

مولانا حسن خاں گنگوانی کی کتاب

"شاہ چوکھا ولی اللہ"

کی پی ڈی ایف کاپی آپ کے زیرِ نظر ہے,

آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ اللّٰہ تعالیٰ ہمیں مزید توفیقات سے نوازے, آمین.

(توصیف الحسن میواتی الہندی)

واٹس ایپ نمبر/ 9813267552

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مختصر تاریخ واحوال

مسمیٰ بہ

شاہ چوکھا ولی اللہ

مصنفہ

مولانا محمد حسن خاں صاحب [illegible] مقیم حال درگاہ شریف

شاہ چوکھا ضلع گوڑگانوہ (ہریانہ)

پیرزادہ حافظ محمد یامین حسن

[illegible] درگاہ شریف شاہ چوکھا ضلع [illegible]

قیمت ـ ۱-۳۵

پیش لفظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ؕ

آج کے زمانہ میں تعلیمی شوق اور خاص طور سے دینی تعلیمی جذبہ بالکل ناپید ہوتا جارہا ہے۔ تاریخ پڑھنا اور اس کا مطالعہ کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے علاقۂ میوات اکثر پڑھا لکھا طبقہ معدودے چند کے تاریخ سے ناواقف ہے۔

میوات میں جتنے بھی اہل اللہ درویش و فقراء گذرے ہیں عام طریقے پر ان کے حالات زندگی اور احوال و وظائف اور کرامات و خدمت دین و خدمت خلق وغیرہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

اسی بنا پر کافی عرصہ سے میری طبیعت کا زبردست تقاضہ تھا کہ اہلُ اللہ کا قرب علاقۂ میوات و میو قوم سے رہا ہے۔ ان کے حالات زندگی، جائے پیدائش سکونت سلسلۂ طریقت سنہ وفات وغیرہ کو منضبط کر کے شائع کرا دیا جائے۔ تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ان کی عملی زندگی سے استفادہ حاصل کریں۔ اور اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکیں۔ اس کار عظیم کے لئے میں نے اپنے اہل علم طبقہ کو ٹٹولہ اور میری نظرِ انتخاب حضرت مولانا

حسن خاں صاحب گنگوائی والے کی طرف گئی اور یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ بزرگانِ دین کے حالات زندگی اور تاریخی مطالعہ میں میں نے ان سے زیادہ کسی اور کو ہنر نہیں پایا اور اہل اللہ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے ہیں۔ اس بنا پر میں نے حضرت مولانا حسن خانصاحب سے اپنی طبیعت کا تقاضا اور دلی خواہش ظاہر کی چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص ملکہ وقوت استعداد عطا فرمائی ہے اس کو کام میں لاتے ہوئے حضرت شاہ چوکھا رحمۃ اللہ علیہ کی مختصر سوانح اور حالاتِ زندگی، احوال وکوائف تحریر فرمادیں۔

چونکہ آپ کی زندگی کا کافی حصہ درگاہ شاہ چوکھا میں تعلیم دین اور اہل علاقہ کی خدمت اور روحانی فیض پہنچانے میں گذرا ہے اسلئے میں نے آپ سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں سمجھتا ہوں۔

اور میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ میری اس معروض کو شرف قبولیت بخشیں تو نہ صرف مجھ جیسے سیاہ کار پر ہی نہیں بلکہ میری پوری قوم اور علاقہ پر آپ کا بہت بڑا احسان ہوگا مگر اس کے باوجود حضرت مولانا نے اپنی معذرت ظاہر بھی فرمائی کہ اول تو میری صحت ساتھ نہیں دیتی اور دوسرے تعلیمی مشاغل مدرسہ کے حالات اوراد وظائف اور مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں دماغ الجھا رہتا ہے اور پھر شاہ چوکھا رحمۃ اللہ جیسے بزرگ کے حالات زندگی کو تاریخی ماخذوں میں تلاش

کرنا خود اپنی جگہ پر بڑا دشوار کام ہے ؛
مگر چونکہ کام اہم تھا اسکی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت
مولانا نے میری معروضات کو قبول فرماتے ہوئے اس کار عظیم کی طرف اپنی
قیمتی توجہ مبذول فرمائی اور کافی محنت و جد و جہد اور عرق ریزی فرما کر
یہ تاریخی اقتباسات جس کا نام شاہ چوکھا ولی اللہ ہے کو تاریخی شواہد
کے طور پر مرتب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ حضرت مولانا
کی عمر میں ترقی عطا فرماوے اور آپ کی اس مساعی جمیلہ کو قبول
فرماوے اور پڑھنے والوں کو عمل کی توفیق دے۔ آمین ثم
آمین۔

مرتبہ

خاکسار: مولانا عبدالرحیم امینی
نئی والے

۲۴-۸-۷۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

تمام تعریف اس پاک ذات کے لیے جو پالنے والا ہے سارے جہانوں کا اور درود پاک نازل ہو جو تمام نبیوں کے سردار اور تمام مخلوق سے افضل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل پاک پر اور تمام اصحاب پر اور اللہ پاک کی رحمت بے انتہا ہووے اللہ پاک کے ان پاک بندوں پر جو اللہ پاک اور رسول پر ایمان لائے اور سیدھے راستے پر چل کر دوسروں کو سیدھا راستہ دکھایا اور اپنی پوری زندگی گمراہ مخلوق کو ہدایت پر لگانے کی بھرپور کوشش میں صرف کرکے اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملے اور جنت الفردوس میں بلند مقام حاصل کیا رحمہم اللہ ورفع درجاتہم ؛

سرزمین ہند کو اللہ پاک نے خصوصیت سے نوازکر بڑی مقدار میں اولیائے کاملین یہاں پر کہاں کہاں سے تشریف لائے جن کے طفیل ملک میں بے شمار اہل اللہ پیدا ہوئے جن میں بہت کچھ مشہور ہیں اور بہت سے گوشۂ گمنامی میں گم ہو گئے ۔

ان اہل اللہ میں سے جو حضرت شاہ چوکھا کے نام سے مشہور ہیں علاقۂ میوات کے بسنے والے مسلمان بلکہ ہر برادری کے مقبول ترین بزرگوں میں ہیں اور آج تک گہری عقیدت رکھتے ہیں ۔
جن کے بارے میں برائے معلومات کچھ تفصیل تحریر کیجاتی ہے

محلِ وقوع اور وجہ تسمیہ شاہ چوکھا

یہ بستی ایک چھوٹی سی قطب رُخ پہاڑی پر واقع ہے۔ مشرقی دامن میں موضع کھوئری اور مغربی دامن میں موضع پھلینڈی واقع ہے۔ یہ دونوں بستیاں میواتی برادری کی تھیں جو پہلے سے آباد تھیں حضرت سید احمد اکبر علی عرف شاہ چوکھا رحمۃ اللہ علیہ نے اس پہاڑی پر بحالت سفر کئی مرتبہ دہلی سے براستہ دھوج سوہنہ ہوتے ہوئے یہاں قیام فرمایا، پھر یہاں سے براستہ فیروزپور جھرکہ، تجارہ، نارنول تشریف لے جاتے۔ ان قصبات میں بھی علماء و مشائخ کے گروہ رہتے تھے، بغرض استفادہ و افادہ یہ طویل راستہ اختیار فرماتے نیز اس راستہ میں بیشتر مسلم آبادی تھیں، بغرض اصلاح و تبلیغ طویل سفر پر سفر پسند فرماتے تھے۔ زیادہ تر وقت دہلی کے درویشوں اور مشائخ کے جلسوں میں یا اپنے مرشد حضرت بندگی شاہ نظام الدین نارنولی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گذرتا۔ بہرحال اپنے قیام کے لئے یہ پہاڑی پسند فرمائی:

اور آخر میں اسی پر دفن ہوئے۔ مزار شریف آج تک اپنی شان کے ساتھ نمایاں ہے۔ میوات کی مسلم برادریاں بالخصوص میو برادری آپ کی زیادہ معتقد ہوئی۔ اگرچہ میوات اور بیرونِ میوات کے غیر مسلم

بھائی بھی بہت زیادہ معتقد ہوئے اور آج تک معتقد ہیں
آپ یہاں صرف تنہا تشریف نہیں لائے۔ بلکہ آپ کے ساتھ آئے
مرید جو کہ آپ کے خلیفہ بھی ہوئے۔ تمام کمالِ باطن بھی رکھتے تھے اور
ان حضرات نے رشتۂ نکاح بھی کیا۔
جن سے سلسلہ اولاد جاری ہے اور موجودہ آبادی ان ہی خلفاء
اور اولاد در اولاد ہے، حضرت شاہ نظام الدین نارنولی رحمۃ اللہ علیہ کے
خلفاء کو چوکھا شاہی کہتے تھے، جیسے کہ تذکرۃ الفقراء مطبوعہ بعد عہد
۱۸۵۷ء میں تحریر ہے۔ اس بنا پر آپ کو بھی شاہ چوکھا کہا گیا،
دوسری وجہ تسمیہ یہ کہ اہلِ میوات چونکہ ناخواندہ تھے۔ اور سادہ ہیں۔ اور کوئی
لقب اس سے بہتر نہیں ملا۔ اپنی میواتی زبان میں شاہ چوکھا، چوکھا شاہ
کہنے لگے۔ یعنی شاہ صاحب گویا بہت اچھے درویش ہیں، کیونکہ چوکھا
اور چوکھی، بڑھیا اور اچھی چیز کو کہتے ہیں۔ ان وجوہات کی بنا پر بستی کا
نام بھی شاہ چوکھا سے موسوم کیا گیا۔
میو برادری کے قدیم فیصلے کے تحت اوپر پہاڑی پر آبادی
پیرزادگان کی ہے۔ اور بستی کھوری شاہ چوکھا کہلاتی ہے۔ جو علاقہ
میوات میں بہت معروف ہے ؛

⁘ ⁘ ⁘
⁘ ⁘ ⁘

ابتدائی احوال و سفر ہندوستان

ملک خراسان صدیوں سے محدثین اور ائمہ دین اور اہل اللہ مشائخ صوفیہ کا مرکز رہا ہے، حضرت شاہ صاحب تقریباً ۹۳۰ھ میں ایک دیندار اور علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کی نگرانی میں تعلیم و تربیت پائی۔ والد بزرگوار حضرت سید محمد۔ ایک زبردست عالم اور رسغیر از میں شرعی احکام کے اجرا کے لئے قاضی تھے۔ میر فاضل محمد کے نام سے بھی علمی قابلیت کی بنا پر پکارا جاتا تھا۔

سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار شریف کشمیر میں ہے بیعت تھے۔ سلسلہ بیعت کئی طریقوں میں رہا ہے، حضرت شاہ صاحب بھی اسی سلسلہ میں بیعت تھے۔

حضرت شاہ صاحب سادہ لباس۔ سادہ خوراک، حسین صورت، میانہ قد، اپنے والد بزرگوار اور حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ تربیت سے اللہ پاک نے کمال باطنی عطا فرمایا۔ صوم و صلوٰۃ و نوافل و ذکر و تسبیحات کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ مرکز تبلیغ حضرت مرشدنا مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مجلس میں کسی نے سوال کیا کہ شاہ چوکھا کیسے تھے بڑی شہرت ہے۔ مراقب ہو کر فرمایا کہ حضرت شاہ چوکھا رحمۃ اللہ علیہ صوم و صلوٰۃ کے بہت پابند تھے اور

اس زمانہ میں مقام ولایت کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ خلوت میں متوجہ الی اللہ رہتے۔ اور جلوت میں آنے والوں کو اسلام کے کمالات اور خوبیاں سمجھاتے، جس کی بدولت آج تک میوات مسلم اور غیر مسلم دادا جو کہا کہتے ہیں اور معتقد ہیں۔ علاقے کی اور دوسری پالوں کی بڑی بڑی پنچایت اور فیصلہ لوگ اسی درگاہ میں آکر کرتے ہیں

شاہ صاحب کے پیرو مرشد سید علی ہمدانی ایک علماء کی بڑی جماعت کے ساتھ کشمیر تشریف لائے جیسا کہ قلمی نسخہ منقول شجرہ نارنول میں اس طرح تحریر ہے:۔

ایشاں قاضی شیراز بودند، دراں وقت شیراز بدستِ سلاطین تیموریہ بود، قاضی اہلِ طریقہ سنت وجماعت داشتند و جناب ایشاں ہمرکاب جناب میر سید علی ہمدانی بکشمیر تشریف آوردند، سلطان الوقت اعزاز بسیار نمود، در کشمیر احکام شرع شریف را بسیار جاری ساخت، صاحبِ تصانیف بود و رسالہ در جمع احادیث رتنیہ درست نمودہ، ودرانجا می نویسند کہ از نظر مبارک میر محمد گزرانیدہ و حرفے کہ از علماء در احادیث رتنیہ نقل میکنند، مشہور است، لیکن بعض اوقات آنرا تلقین بقبول نمودہ اند۔

اس جماعت علماء و مشائخ میں شاہ صاحب، اور والد حضرت سیدہ محمد بھی تھے، حضرت سید محمد قاضی بھی تھے اور جید عالم بھی

یہانتک کہ سید علی ہمدانی جو کتاب بھی تصنیف فرماتے اسکو حضرت سید میر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے ضرور گذارتے. تاکہ کتاب مستند اور صحیح ہو جائے. کافی عرصہ سید علی ہمدانی کی جماعت بابرکت نے کشمیر میں دین کی زبردست خدمت انجام دیں. جس کا اثر آجتک کشمیر میں پایا جاتا ہے. بیشتر ساتھی کشمیر میں ہی دفن ہوئے.

حضرت سید علی ہمدانی اور والد صاحب رحمۃ اللہ کے انتقال کے بعد حضرت شاہ صاحب دس نفر کی ایک جماعت بنا کر پنجاب کیطرف روانہ ہوئے. کیونکہ ہندوستان میں مشائخ چشتیہ کا عروج تھا اور کمالات و کرامات روحانی کی بہت شہرت تھی سفر کرتے ہوئے پاک پٹن پہنچے :

بیعت چشتیہ و مقام پاک پٹن

پاک پٹن میں حضرت بندگی شاہ نظام الدین نارنولی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت سلوک بسلسلہ چشتیہ کرکے داخل سلسلہ چشتیہ ہوئے.

کمالات روحانی و فیوض باطنی اللہ پاک نے پہلے ہی عطا فرمادئے تھے. سلسلہ چشتیہ سے بھی فیوض و برکات حاصل کئے. حضرت نارنولی رحمۃ اللہ علیہ نے خرقہ خلافت و اجازت بیعت فرمائی. بندگی شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا قیام نارنول میں رہا ہے

اور وہیں مدفون ہیں۔ بلکہ سلسلہ بیعت چشتیہ پاک پٹن خانہ سے
تھا اس لئے پاک پٹن بھی تشریف لاتے رہتے تھے۔

حضرت شاہ صاحب نے کشمیر کے قیام کے بعد کافی عرصہ
پاک پٹن میں قیام فرما کر خدمت دین بہت زیادہ کی جس کی بنا
پر پاک پٹن کے باشندے کہے گئے۔ جس کے متعلق تالیف حضرت
مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی بنام
تبلیغی جماعت کا تاریخی جائزہ میں اس طرح تحریر ہے۔

اکبری عہد میں شاہ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ [illegible] اسلام
کو خوب فروغ دیا۔ ان کا اصلی نام شیخ ابو الفتح عرف احمد بخش
ہے اور پاک پٹن کے باشندے اور شیخ نظام بندگی کے مرید و
خلیفہ تھے۔

سفر دہلی

پاک پٹن میں کافی عرصہ قیام کر کے ارادہ دہلی کا کیا۔
کیونکہ شہر دہلی عرصہ دراز سے مشائخ و علماء و درویشوں کا مرکز
تھا۔ شہر دہلی کو بہت شہرت حاصل تھی۔ اپنی جماعت کرامات
کو لیکر سفر دہلی کیا۔ ایک ساتھی راستہ میں قضائے الہٰی سے
انتقال کر گئے۔ شاہ صاحب اپنے آٹھ ساتھیوں یعنی مریدوں
کے ساتھ دہلی پہنچے۔ یہ مرید اس [illegible] اصلاح میں بالکے

کہلاتے تھے

اس وقت مغل خاندان کا بادشاہ جلال الدین اکبر حکومت کررہا تھا۔ دفاتر شاہی آگرہ میں اس طرح درج ہے کہ سید اکبر علی عرف شاہ چوکھا۔

از ملک خراسان مع ہشت پالکہائے بارادہ سیر و سیاحت در ہندوستان تشریف بیاوردند۔

دہلی کے قیام میں علماء و مشائخ صوفیہ سے خوب ملاقاتیں ہوئیں۔

شاہ صاحب کافی حد تک متعارف ہوگئے کئی مرتبہ سفر دہلی سے نارنول اور نارنول سے دہلی ہوا۔ سفر براستہ دھوج میوات۔ اسی پہاڑی کے قریب سے ہوتا تھا۔ یہاں پر قیام فرماتے اور اسی جگہ کو اپنی آخری قیام گاہ کے لئے بھی پسند فرمایا۔

یہاں سے براستہ فیروزپور جھرکہ تجارہ ہوتے ہوئے نارنول پہنچے۔ اسی راستے جب بھی کبھی سفر نارنول سے میوات یا دہلی کیلئے فرماتے یہی راستہ اختیار فرماتے تھے۔

اہل اللہ کی خدمتِ دین کے سلسلے میں بہت سے اہل اللہ کا تذکرہ مصنف تاریخ میوات چوہدری محمد اشرف خاں نے شاہ صاحب کا ذکر تحریر کیا ہے۔

پیر محمد وارث شیخ نظام نارنولی کے مرید تھے اور گھوڑی شاہ

جو کھانزد بنگواں علاقہ میوات میں آکر آباد ہوئے آپ اکبر کے زمانہ سے پیشتر تشریف لائے. آپ کا مزار ایک پہاڑی پر واقع ہے.

آخری قیام اپنی پسندیدہ پہاڑی پر۔

اپنے مرشد پیر حضرت بندگی شاہ نظام الدین نارنولی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر میوات میں خدمتِ دین کا ارادہ کیا. اللہ پاک نے خدمتِ دین کا زبردست موقعہ عطا فرمایا. اور ساری عمر اس خدمتِ دین میں گزار دی میوات آج تک یاد کرتی ہے. ۹۷۲ھ سے زیادہ تر اسی پہاڑی پر مقیم رہے.

سلسلہ چشتیہ از کتاب تذکرۃ الفقراء

جو کھا شاہ، حضرت نظام الدین نارنولی. حضرت شیخ خانو چشتی، حضرت خواجہ حسین ناگوری، حضرت شیخ اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ.

اگرچہ علاقائی اسفار اور دہلی و نارنول بھی سفر ہوتے رہے آپ شاہ نظام الدین نارنولی کے خلیفہ اکبر کہلاتے تھے جس کی بنا پر اکبر علی نام سے بھی موسوم ہوئے.

۹۹۹ھ میں حضرت مرشد شاہ نظام الدین کا وصال ہو گیا. ان کا مزار نارنول میں ہے. رحمۃ اللہ علیہ

کافی عمر آپ کی بھی ہو چکی تھی. عمر نے زیادہ وفا نہیں کی اور کچھ عرصہ
بعد سنہ ھ ۵ ر جمادی الاول میں اپنے مولی حقیقی سے جا ملے.
اللہ پاک درجے بلند فرمائے جنت الفردوس میں بلند مقام عطا
فرمائے. آمین.

آپ کا مزار شریف اسی پہاڑی پر موجود ھے جو شاہ
چوکھا کے نام سے مشہور ھے آپکی عمر تقریباً ستر سال ھے

٭ ٭ ٭

سلسلہ خلفاء حضرت شاہ چوکھا
رحمۃ اللہ علیہ

(منقول از نسخہ قلمی پیرزادہ مبارک علی ۱۹۳۳ء)

حضرت شیخ نظام الدین نارنولی.

حضرت میر فاضل ابو الفتح عرف شاہ آپکو اکبر علی
بھی کہتے ھیں.

آپ کے گیارہ خلیفہ تھے. تمام کے مزارات اسی پہاڑی پر موجود ہیں.
شیخ لطف اللہ عرف گنگ رحمۃ اللہ علیہ، شیخ حسین
عرف شیخ ھارون رحمۃ اللہ علیہ، حضرت غلام علی
عرف دینداررحمۃ اللہ علیہ ٭

ان حضرات نے رشتۂ نکاح نہیں کیا.

جن آٹھ خلفاء نے رشتۂ نکاح کیا جن کا سلسلہ موجودہ

پیرزادگان میں۔ حضرت[1] شیخ غریب اللہ، حضرت[2] شیخ کریم اللہ عرف کالو، حضرت[3] شیخ یوسف، حضرت[4] شیخ امیر اللہ عرف آدم حضرت[5] شیخ علی محمد عرف علی، حضرت[6] شیخ حفیظ اللہ عرف چاند۔ حضرت[7] شیخ بایزید، حضرت[8] شیخ حسین۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

ان حضرات نے اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق خدمتِ دین اچھی طرح انجام دی۔

یہ تمام حضرات بھی صاحب کرامات تھے اور صاحب کمال۔ اہل اللہ میں تھے۔ اللہ پاک ان کے درجے جنت الفردوس میں بلند فرمائے ان کی شان میں میواتی زبان میں ایک شعر بہت مشہور ہے۔

چشت گھرانے اولیاء۔ قائم درست ایمان
آٹھوں تھانے روشنی شاہ چوکھا بڑے مکان

٭
٭ ٭ ٭
٭

ضروری معلومات

۱۹۳۰ء میں جبکہ اختر حسین افسر بند و بست بنکر
لاہور سے آیا تھا۔ ثبوت قومیت مانگا۔ جسکی بنا پر پرانے دفاتر
آگرہ کی چھان بین کرائی گئی۔ صرف اتنا ثبوت ملا۔ سید اکبر علی عرف شاہ

چوکھا۔ از ملکِ خراسان مع ہشت بالکہائے بارادہ سیر و سیاحت
در ہندوستان تشریف بیاوردند۔ اور یہ ثبوت ہی اصل ہے
اور کافی ہے۔

کتاب تذکرۃ الفقراء۔ مطبوعہ بعد غدر ۱۸۵۷ء
میں تحریر ہے۔ کہ بہادر شاہ ظفر آخری تاجدار مغل بادشاہت
نے پُر امن حالات میں غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے اپنے ولی عہد
دارا بخت اور پوتے اختر عالم کو فقرائے اہلِ اسلام اور جوگیان
اہلِ ہنود کی معلومات بلا تعصب فراہم کرنے کے لئے ملک کے
مختلف حصوں میں بھیجا۔ چونکہ میوات اور مضافات میوات
میں شاہ صاحب کی شہرت اور مقبولیت بہت زیادہ تھی۔ یہ
حضرت یہاں تشریف لائے اور معلومات فراہم کیں
چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ شاہ چوکھا قوم سے چھِر کلوت میواتی تھے۔

اُن کا مزار مُلکِ میوات میں موجود ہے۔ بندہ بھی زیارت سے مشرف ہوا ہے (یہ تحریر سہو سے خالی نہیں)

چونکہ کوٹ گاؤں کے دادا باہڑ شہید چھرکلوت کو شاہ صاحب سے خصوصی تعلق تھا۔ آمد و رفت بھی زیادہ رہتی تھی، عقیدت و محبت بہت تھی، اسی بنا پر خاص طور سے تمام پال چھر کلوت آج تک دادا جو کھا کہہ کر یاد کرتی ہے۔ شاہ صاحب کا قیام چونکہ اسی پال چھر کلوت کے بیچ میں ہے۔ قربت کی وجہ سے زیادہ تعلق و محبت تھی۔ اگرچہ تمام پالوں کا تعلق شاہ صاحب سے بہت گہرا رہا ہے اور اب تک ہے ؛

ولی عہد دارا بخت اور اختر عالم کی آمد کے موقعہ پر چھر کلوت پال کے لوگ زیادہ جمع ہوئے۔ اور گفتگو کچھ اس انداز سے ہو گئی جس سے یہ حضرات سمجھے کہ۔

شاہ صاحب چھر کلوت میواتی ہیں۔ اور عبارت بالا قلمبند کر لی حالانکہ یہ قطعاً صحیح نہیں ہے۔ پیرزادگان کی قلمی تحریریں دفاتر آگرہ کی عبارت سے زیادہ ملتی ہیں۔ اس لئے ان ہی کو زیادہ صحیح مانا جائے گا۔ کیونکہ شاہ صاحب۔ شاہ جلال الدین اکبر کے زمانہ میں تشریف لائے۔ اور کچھ روحانی فیض بھی حاصل کیا۔ جس کی بنا پر خانقاہ تعمیر کرائی اور ایک وقف زمین بطور جاگیر مرحمت فرمائی ؛

صوبہ آگرہ کی تعمیرات میں بنام کھوئرہ عمارت تحریر ہے۔ اور وہاں میوات کی تعمیرات میں نوح۔ اندور۔ کوٹلہ، فیروز پور جھرکہ جھمراوٹ، پنگواں بھی تحریر ہے۔

(از کتاب مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ
ہندوستان کے عہد وسطیٰ کا فوجی نظام)

⁂ ⁂ ⁂

کرامات

عوام کی زبان پر شاہ صاحب کی کرامات بہت زیادہ مشہور ہیں، یہاں صرف چند کرامات درج کی جاتی ہیں۔

سنہ ۹۷۶ھ میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی جماعت کرامات کے ساتھ بغرض ملاقات درویشاں دہلی تشریف لے گئے۔ اچانک سنا کہ آج چاند ۲۸ر تاریخ کو ہوگا۔ اس انوکھی بات کو سنکر تمام نے تعجب کیا۔ تمام اہلِ اسلام نے انکار کیا۔ کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چاند ۲۹ر۳۰ کا ہوتا ہے۔

بادشاہ اکبر کے تلوّن مزاجی کی بنا پر جادوگر، جوگیوں کا حوصلہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ بذریعہ استدراج جادوگر اس قسم کی حرکتیں کر گزرتے تھے۔ جس سے عوامی عقیدے متزلزل ہو جاتے اور کفر کی حقانیت سوجھنے لگتے تھے۔ نعوذ باللہ منہ ۔

حضرت شاہ صاحب کا گروہ درویشان بھی موجود تھا۔ کسی
نے کہا کہ حضرت آج شام کو ۲۸ر کا چاند دیکھا جاوے گا۔
شاہ صاحب نے فرمایا۔ کذب ہست، جھوٹ ہے۔ شام
ہوئی تو جوگی جادوگروں نے چاند کی شکل کا تابنہ کاٹ کر
قلعی کر کے مغربی جانب اُفق پر اُڑا دیا۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ
لوگو! دیکھو ۲۸ر کا چاند نظر آرہا ہے۔ پھر شاہ صاحب نے
فرمایا۔ کذب ہست۔ جھوٹ ہے۔ اپنی کھڑاؤن پیر سے نکال کر
اس جھوٹے چاند کی طرف پھینکا۔ اور فرمایا۔ کہ خدا کے حکم سے
اس جھوٹے جادو کے چاند کو سب کے سامنے لا۔ چنانچہ تمام
مجمع نے دیکھا کہ کھڑاؤن جھوٹے جادو کے چاند کو بجاتی ہوئی
مارتی ہوئی لا رہی ہے۔ اور نیچے زمین پر مجمع کے سامنے گرا دیا۔
شاہ صاحب کی یہ کرامت دیکھ کر مجمع نے اسلام کی
حقانیت کی گواہی دی۔ اور فرط خوشی میں بے ساختہ مختلف
لوگوں کی زبان سے مختلف الفاظ نکلے۔ فتح دین، فتح محمد
ابوالفتح۔ یہ خوشی میں اہل حق کا نعرہ تھا۔
دور سے سننے والوں نے سمجھا کہ اس بزرگ کا نام فتح
محمد ہے، بعض نے سمجھا کہ فتح دین ہے بعض نے سمجھا کہ
ابوالفتح ہے۔ حالانکہ یہ وہی بزرگ صاحب کرامات ہیں۔
جن کا نام نامی حضرت سید احمد بن محمد خراسانی شاہ چوکھا

رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اسی بنا پر قلمی نسخوں میں حضرت ابو الفتح سیّد اکبر علی شاہ چوکھا تحریر ہے۔

اب کیا تھا۔ اہل شہر کی از روئے عقیدت بھاری بھیڑ جمع ہو گئی۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ رات کو میوات بھاگ چلو۔ اب یہاں کون چین لینے دے گا میوات تشریف لے آئے۔ اور اپنی پسندیدہ پہاڑی پر آکر قیام کیا۔

دہلی و آگرہ کے مضافات میں شہرت زیادہ ہو گئی۔ آخر کار لوگ بالخصوص دنیا دار۔ اہل اللہ کو کہاں چین لینے دیتے ہیں۔ تلاش کرتے ہوئے بغرض دعا اسی پہاڑی پر آنے لگے۔ روحانی فیوض و برکات بھی حاصل کرنے اور دنیاوی مرادیں بذریعہ دعا پوری کراتے۔

شاہ صاحب کی روحانیت مشک کی طرح مہکتی ہوئی پھیل رہی تھی۔ یہاں تک کہ اکبر بادشاہ کے محلوں میں داخل ہو گئی بادشاہ اکبر کی شادیوں کے باوجود لا اولاد تھا، بغرض اولاد نرینہ آخری شادی کی۔ نرینہ اولاد کی پیاس نے باوجود شہنشاہ ہند کہلانے کے اول فتح پور سیکری، شیخ محمد سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ چشتی کی خدمت بابرکت میں حاضری دینے پر مجبور کر دیا۔ بوریا نشین حضرت شیخ محمد سلیم صاحب کرامات

اولیاء اللہ میں گذرے ہیں۔

دعا کی درخواست کی۔ حضرت شیخ محمد سلیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ ایک شرط پر دعا کرتا ہوں۔ کہ نام محمد سلیم رکھنا ہوگا۔ جاؤ ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا۔

خوشی خوشی دل سے اقرار کر کے واپس آگرہ آگیا۔ اور ادھر شاہ اکبر نے خصوصی لوگوں کو بغرض دعا حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ اور درخواستِ دعا کی۔ شاہ صاحب نے فوراً فرمایا۔ کہ بھائی محمد سلیم دعا کر چکے۔ میں اُن کی دعا کے ساتھ ہوں۔ یہ جملہ سن کر یہ لوگ حیران رہ گئے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت شیخ محمد سلیم کی خدمت میں بادشاہ اکبر کی حاضری کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ یہ لوگ بہت خوشی خوشی آگرہ آ کر دربار شاہ جلال الدین اکبر میں اطمینان دلایا۔ اور تمام قصہ سُنایا۔ بادشاہ جلال الدین اکبر بہت خوش ہوا اور مطمئن ہوا۔

پیدائش شہزادہ محمد سلیم و تعمیر خانقاہ شریف

حکمِ الٰہی اور دعائے دُرویشان ۹۷۷ھ میں شہزادہ محمد سلیم پیدا ہوئے
شہزادہ محمد سلیم کی پیدائش کی خوشی میں پہلے خانقاہ شیخ محمد سلیم
چشتی رحمۃ اللہ علیہ فتح پور سیکری میں تعمیر مکمل کرائی اس خانقاہ
کی تکمیل کے بعد یہ تعمیری عملہ ملک میوات اسی پہاڑی پر آیا اور
تعمیری کام شروع کیا۔ ایک عرصہ تک ہوتا رہا۔ اور جس کی شکل میں
یہ عمارت قدیم موجود ہے۔ تعمیر ہو رہی تھی۔ اگر پوری ہو چکی ہوتی تو
نہایت مضبوط اور بہترین قابل دید عمارتوں میں ہوتی۔ اگرچہ
اب بھی اس حال میں اپنی بلندی اور تعمیری حیثیت سے قابلِ
دید عمارت ہے

سنہ ۱۰۱۴ھ میں بادشاہ جلال الدین اکبر کا انتقال ہو جاتا ہے
اور جہاں تک کام پہنچا تھا وہیں بند ہو گیا۔ اور اب تک اسی حالت
میں رہا:۔

خانقاہ شریف کے مصارف و انتظام کیلئے اکبر بادشاہ
نے ایک ہزار بانوے بیگھہ زمین معافی میں بطور جاگیر عطا فرمائی۔
اور آٹھ خلفاء جنہوں نے شادی بھی کی ہے۔ اُن کے نام آٹھ
نمبرداری عہدہ بھی دیا، جو آجتک برقرار ہے:۔

خانقاہ کے انتظام و نگرانی کے لئے پہاڑ کے نیچے موضع کھوری میں مغل برادری بھی بسائی، جن کے محلات کے نشان اب تک پائے جاتے ہیں :

محلات منہدم ہو گئے ہیں اور مغل آبادی بھی ختم ہو گئی ہے کسی ایک خاندان کا بھی وجود موجود نہیں ہے :

نیز اہلِ میوات نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا لوگوں کی بکثرت آمد و رفت دیکھی۔ لنگر خانہ جو ہر وقت کھلا رہتا تھا خرچہ بہت زیادہ تھا۔ شاہی جاگیر کو ناکافی سمجھا اس ضرورت کی بنا پر اہل میوات نے مصارف خانقاہ کے لئے بہت سے گاؤں میں زمینیں وقف بنام درگاہ شاہ چوکھا کیں۔ جس سے اخراجات کافی حد تک پورے ہونے لگے۔ کہیں کہیں بعض گاؤں سے اب تک آمدنی پیرزادگان وصول کرتے ہیں۔

زیادہ تر زمینیں چھوڑ دی گئی ہیں۔ اگرچہ کاغذات تحصیل میں وقف شاہ چوکھا کے نام سے ابتک درج ہیں :

٭ ٭ ٭ ٭

پال چھر کلوت اور شاہ صاحب کی دُعا

دادا باکرٹ شہید ساکن کوٹ. پال چھر کلوت کا حضرت شاہ صاحب سے
تعلق اور عقید تمندی کی وجہ خاص کرامت ہے تسلسل سے سنتے آ رہے
ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب دہلی جاتے ہوئے کوٹ میں اراوہٗ
قیام کیا۔ جب شاہ صاحب کوٹ میں داخل ہو رہے تھے تو دادی کوٹ والی
اپنی گائیوں کو باندھ رہی تھیں شام کا وقت تھا شاہ صاحب نے فرمایا اماں
کھیر پکاؤ۔ دادی نے جواب دیا کہ میاں صاحب ابھی کوئی گائے بیائی نہیں ہے
اس لئے دودھ تو نہیں ہے روٹی پکا دوں شاہ صاحب نے فرمایا
اماں دودھ کے لئے برتن لاؤ۔ دادی نے برتن دیدیا۔ ایک کنواری گائے
کی کمر پر ہاتھ رکھ کر بسم اللہ پڑھ کر دودھ نکالنا شروع کر دیا۔ دادی کو
شاہ صاحب کی کرامت دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ اور خوشی خوشی کھیر
پکانے کی ترکیب شروع کی۔ چاول بھی نہیں تھے۔ سونکیہ رکھے تھے ان کو
چھاج میں پھٹک رہی تھی۔ شاہ صاحب نے دادی سے چھاج لیکر
ایک مٹھی شمال میں ایک مٹھی جنوب میں ایک مٹھی مغرب میں پھینک دی
پھر ایک مٹھی برائے مشرق بھری ہی تھی کہ دادی بھولی بھالی نے شاہ صاحب
کا ہاتھ پکڑ لیا۔ یعنی روک دیا۔ اور کہا میاں صاحب تمام ہی پھینک دو گے تو
پھر کس چیز کی کھیر پکاؤں گی۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ اماں تین طرف تیری

اولاد خدا کے حکم سے بہت بڑھے گی۔ اگر چوتھی مٹھی کو دادی نہ پکڑتی تو مشرق میں بھی آپ ہی کی اولاد دور تک پھیل جاتی لیکن مشیت الٰہی ایسے ہی تھی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جس کی کثرتِ اولاد کے تمام اہل میوات شاہد ہیں اور میوات کی سب سے بڑی پالوں میں اس وقت شمار ہوتا ہے۔

اتنی بڑی کرامت دیکھنے کے بعد دادا باہر شہید کا شاہ صاحب سے خصوصی تعلق پیدا ہو جانا۔ اور تمام پال کا جہالت کے دور میں بھی معتقد ہو جانا قابلِ تعجب نہیں بلکہ پال چھ کلوٹ کے لئے باعثِ فخر ہے۔ دادا باہر کو قومی عزت وحق کی بازیابی کے لئے موضع بیسرو والے واقعہ میں بادشاہ اکبر نے گرفتار کرایا اور چند ساتھیوں سمیت بادشاہ اکبر نے دہلی میں ناحق پھانسی دے کر جامِ شہادت پلادیا اور مرتبہ شہادت پایا۔ لاش دہلی سے لائی گئی اور اپنے خاندانی گاؤں موضع کوٹ میں دفن ہوئے۔ اللہ پاک مغفرت فرمائے درجے جنت میں بلند فرمائے۔ آمین۔

اہل اللہ سے تعلق ہی کی بنا پر نسلیں اسلام پر قائم رہیں اگرچہ اعمال اسلامی تقریباً مفقود سے ہو گئے تھے۔ اعمالِ اسلامی کی جگہ جہالت و گمراہی کافی جگہ پکڑ چکی تھی۔ لیکن جذبۂ ایمان کسی قدر محفوظ رہا۔ شاہانِ اسلام نے بھی کوئی توجہ نہیں کی۔ صرف اہل اللہ بکثرت میوات کی طرف متوجہ ہوئے جس کی وجہ سے دین کا جذبہ اور اسلامی عزت باقی رہی آج سے تقریباً پچاس سال پہلے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاندھلوی بستی حضرت نظام الدین اولیاء نئی دہلی کو اللہ پاک نے بسلسلۂ تبلیغ

میوات کی طرف متوجہ کیا۔ میوات کی خوش قسمتی اتناز بردست عالی عمل عطا فرمایا۔ قوم نے لبیک کہی۔ اور جس سے جتنا ہو سکا ہر طرح قربانی دی۔ حضرت مولانا مرشدنا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے اولین ساتھیوں میں کوٹ اٹاوڑ۔ رویڑا کا۔ ملائی وغیرہ اور بھی میوات کے مواضعات کے لوگ تھے۔ میانجی منگل اٹاوڑی مرحوم۔ میانجی محمد عمر چلی مرحوم حاجی عبدالرحمٰن نو مسلم اٹاوڑ قابل ذکر ہیں۔ آج بھی بفضلہٖ تعالیٰ تبلیغ سے پوری پال کو بالاتفاق گہرا لگاؤ ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ پوری میوات کو تبلیغ سے جو عقیدت و تعلق ہے اس کی مثال ملنی مشکل ہے جس کی برکت سے عالم دین و حافظِ قرآن پاک قاری و ناظرہ پڑھنے والے بکثرت لڑکے لڑکیاں مزید ترقی کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ کثرت مساجد و کثرت مکاتب و مدارس اور بکثرت تبلیغی اجتماعات علاقہ میوات کے دین میں آگے بڑھنے کی دلیل ہے

ــــــــــــــــ

۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰

۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰

۰ ۰ ۰ ۰ ۰ ۰

۰ ۰ ۰ ۰

۰ ۰ ۰

مؤلف کے ساتھ شاہ صاحب کی خصوصی توجہ

خواب ۱۱ آخر ۱۹۴۴ء ماہ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ جب کہ بندہ مدرسہ امینیہ حضرت مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ حدیث پڑھ رہا تھا۔ ایک رات مطالعہ حدیث پاک کے بعد جو سویا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں درگاہ شریف حضرت شاہ جوکھا رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوں۔ دروازہ کھلا ہوا ہے حضرت شاہ صاحب تنہا قبر سے باہر مغربی جانب تشریف فرما ہیں۔

میں نے بغور زیارت کی سرہانے ایک کورا مٹکا پانی کا رکھا ہوا ہے میں نے سلام کیا آپ نے جواب دے کر فرمایا۔ مولوی صاحب جب تک تم سے ہو سکے اس میں سے پانی پلاتے رہنا میں نے بخوشی اقرار کیا اور کہا انشاء اللہ جب تک ہو سکے گا پانی پلاتا رہوں گا۔ میں سلام کر کے واپس ہوا۔ آنکھ کھل گئی۔ بعد میں بہت سوچتا رہا کہ کوئی خدمت اللہ پاک درگاہ شریف میں لینے والے ہیں۔ طالب علمی کے زمانہ میں تبلیغ سے تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ جب میری عمر بارہ سال کی تھی، ۱۳۵۴ھ حمد باری تیسیر المبتدی کریما فیروز پور جھرکہ پڑھ رہا تھا جامع مسجد فیروز پور جھرکہ میں تبلیغی جلسہ تھا مدرسہ میں حضرت مدرسہ میں حضرت مولانا و مرشدنا محمد الیاس صاحب رح تشریف لائے تھے۔ حضرت مولانا قاری طیب صاحب اور مولانا محمد یونس صاحب بگھیروی بھی تشریف لائے تھے حضرت جی رح نے طلباء کو بھی طلب فرمایا تبلیغی باتیں سنائیں یہ پہلی زیارت ہے

زہے قسمت زہے نصیب صرف دو طالب علم ایک فتح محمد ساکن ملائی اور
ایک بندہ۔ دونوں کی جماعت بنا کر بھیجا فتح محمد امیر اور میں ماموریہ الفاظ
اس دن سنے تھے جو آج تک الحمد للہ واحسانہ کہ دنیا کے ہر ملک میں سنائی
دے رہے ہیں از ۱۳۵۵ھ تا ۱۳۵۹ھ مدرسہ نوح معین الاسلام میں
تعلیم پائی۔ اللہ پاک مدرسہ معین الاسلام کو قیامت تک ترقی کے ساتھ
آباد رکھے۔ ۱۳۵۹ھ میں مدرسہ میں تبلیغی جلسہ تھا۔ بطفیل جناب منشی بشیر احمد
دامت برکاتہم میری خوش قسمتی کہ بعد فراغت نوافل میرا نکاح حضرت
جی رحمۃ اللہ علیہ نے بحالت قیام پڑھایا۔ اور ایک گھنٹہ طویل دعاء فرمائی۔
دعاء کے ختم پر عشاء کی اذان ہو گئی۔

۱۳۵۹ھ میں والد صاحب کے انتقال پر ملال کے بعد کچھ پریشانی
ایسی بڑھی کہ چھ ماہ گھر پر رہنا پڑا لیکن اکثر خواب دیکھتا رہا کہ دہلی مدرسہ
سبحانیہ حضرت مولانا الحاج عبد السبحان صاحب استاذ الاساتذہ میوات
کے سامنے بیٹھا ہوا کتاب پڑھ رہا ہوں۔

میری دو بہنیں تھیں ایک بڑی ایک چھوٹی میں نے بڑی بہن سے
کہا کہ میں روزانہ پڑھنے کے خواب دیکھتا ہوں۔ بڑی بہن نے کہا
کہ بھائی تم اپنی پڑھائی پوری کر لو۔ ہمارا بھی اللہ مالک ہے۔

۱۳۶۰ھ کو موضع سنگار میں جلسہ تھا حضرت مولانا محمد الیاس
صاحب اس جلسہ میں تشریف لائے تھے۔ میں بھی سنگار گیا میری
خوش قسمتی کہ حضرت مولانا عبد السبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رحیم شاہ صاحب

اور مولانا عبدالستار صاحب سے ایک ہی مجلس میں ملاقات ہو گئی حضرت
مولانا عبدالسبحان صاحب مرحوم نے از خود نہایت مشفقانہ لہجے میں پوچھا
حسن خاں کیا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا پڑھنے کا ارادہ ہے۔ فوراً تینوں
حضرات نے فرمایا جلدی آجاؤ۔ چند دن بعد میں دہلی آکر پہلے مرکز نظام الدین
دہلی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ملاقات و مصافحہ
کے بعد پہچان کر فرمایا۔ ارے بچے تو کہاں۔ مدرسہ نوح تشریف آوری
پر حاضری خدمت کا موقعہ ملتا تھا اس وجہ سے پہچان لیا۔ میں نے عرض
کیا حضرت جی! والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے کچھ پریشانی پڑ گئی تھی چھ ماہ
سے پڑھنا چھوٹ گیا۔ حضرت جی مرحوم نے فرمایا۔ ارے باؤلے
پڑھنا چھوڑنے کی چیز ہے۔ اب کیا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کیا پہلے
تبلیغ میں جانا ہے پھر پڑھنا شروع کرنا ہے۔ بہت مشورہ کے بعد
چھ ماہ کے بدل چھ دن کے لئے پرانوں کی خصوصی جماعت۔ میاں جی محمد عمر
صاحب مرحوم چلی میاں جی منگل مرحوم اٹاوڑی کی جماعت کے ساتھ بیگم پور
حوض رانی کی طرف بھیجدیا۔ واپسی پر مدرسہ سبحانیہ جماعت کا قیام ہوا
حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ بھی دہلی تشریف لائے۔ اگلی صبح کو بہت دعاؤں
کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ اللہ پاک ان تمام کے درجے بلند فرمائے
میرے ساتھ بہت احسان کیا۔ اللہ پاک آخرت میں بہتر سے بہتر بدلہ
عطا فرمائے۔ اور جن حضرات نے بھی میری تعلیم میں ادنیٰ سا تعاون
بھی فرمایا اللہ پاک تمام سے راضی ہو وے۔ جزاہم اللہ عنی خیر الجزاء

مدرسہ سبحانیہ سے ہر جمعرات بالالتزام حضرت مولانا عبدالسبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرکز نظام الدین تشریف لے جاتے۔ مولوی محمد داؤد صاحب اٹاوڑی کی امارت میں بکالتِ طالب علمی چند طلبار بھی جاتے تھے میں بھی پابندی سے جاتا رہا۔ ۶۱ تا ۶۳ھ مدرسہ امینیہ میں داخل ہوا حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ امینیہ تشریف لائے۔ مدرسہ امینیہ کو حضرت مفتی اعظم کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق کی بنا پر اپنا مدرسہ فرماتے تھے۔ طلبار کو خطاب فرمایا مجھے طلبار کا امیر بنایا بدھ کو گشت ہوتا ہر جمعرات کچھ طلبار کو ساتھ لے کر جماعت بنا کر حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں نظام الدین مسجد بنگلہ والی حاضری ہوتی۔ یہاں تک کہ ۱۳۶۳ھ وصال کے موقعہ پر جمعرات دورۂ حدیث کے پچاس ساتھیوں کو لے کر حاضری ہوئی۔ دوسرے مدارس کے طلبار و اساتذہ حضرات بھی تشریف لاتے تھے۔ صبح نمازِ فجر کے بعد منبر کے سہارے حضرت جی تشریف فرما ہوتے۔ سب سے پوچھنے کے بعد فرمایا بھائی ہمارے مدرسہ امینیہ سے بھی آئے۔ فوراً میرے پچاس ساتھی کھڑے ہو گئے۔ بہت اظہار خوشی فرمایا اور بہت دعائیں دیں۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔

اس تبلیغی تعلق کی بنا پر جب دہلی سے گھر چھٹی آنا ہوتا تو قصبہ ننگواں جمعہ پڑھنا ہوتا تھا۔ جمعہ کی نماز سے پہلے گشت ہوتا اور بعد نماز بیان ہوتا۔ یہاں تک کہ مدرسہ امینیہ سے فراغت کے بعد موضع گنگوانی

چند ماہ قیام ہوا۔ پھر تو مزید موقعہ ملا۔ منشی محمد الیاس صاحب شاہ چوکھا
والے پنگوان مڈل سکول میں ٹیچر بھی تھے وہ نماز جمعہ کے بعد بیان سنتے۔
دینداری کا مزاج تھا یہاں تک کہ مجھے شاہ چوکھا لے چلنے پر آمادہ کرتے
رہتے تھے۔ ایک دن اقرار ہو گیا۔ میں ان کے ساتھ دو ساتھی لے کر
بصورت جماعت شاہ چوکھا حاضر ہو گیا۔ شام کو اعلان ہو گیا۔ خوشی خوشی
تمام بستی کے مرد و عورت درگاہ شریف میں جمع ہو گئے اور بیان ہوا
تمام کو پسند آیا بہت خوش ہوئے شاہ چوکھا والوں نے کہا کہ آپ تشریف
لاتے رہا کریں۔ چنانچہ دو ہفتہ بعد موضع گلالتہ میں مولوی سراج نے حلقہ
داری تبلیغی اجتماع کیا میں بھی شریک ہوا۔ صبح اجتماعی عمل سے فارغ ہو کر
میانجی محمد عمر صاحب مرحوم کی جماعت کے ساتھ شاہ چوکھا حاضری ہوئی۔
رات کا قیام طے پایا۔ میرا عمومی بیان ہوا؛
صبح شاہ چوکھا والوں کی طرف سے درگاہ شریف میں مدرسہ قائم کرنے کی پیشکش
کی گئی۔ میانجی محمد عمر صاحب مرحوم چونکہ بڑے فہیم و تجربہ کار تھے اور بڑے حضرت
رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی پرانوں میں تھے۔ فوراً منظور کیا۔ اور مرکز نظام الدین
کی منظوری کی گنجائش رکھ لی۔ شاہ چوکھا والوں کی طرف سے یہ ضرور کہا
گیا۔ کہ ہمیں تو یہ گنگوانی والے مولوی صاحب چاہئیں۔ پوری جماعت
مرکز نظام الدین حاضر ہوئی۔ حضرت مولانا و مرشدنا محمد یوسف صاحب
نور اللہ مرقدہ نے بہت خوش ہو کر مشورہ سے قیام
مدرسہ طے فرمایا۔ مشورہ کے اہم ارکان اس وقت

موجودہ حضرت مولانا و مرشدنا مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہ، و دام مجدہ اور قاری سید رضا حسن بھوپالی مرحوم و قاری محمد داود میواتی مرحوم تھے۔ قاری سید رضا حسن مرحوم نے فرمایا کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ شاہ چوکھا قلب میوات ہے یہاں کی اصلاح پر میوات کی اصلاح ہے۔ اور فرمایا کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ بہت چاہتے تھے کہ یہاں پر قرآن پاک کا تجوید و قرارت کا مدرسہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ غلط آوازوں کا بدل ہو جائے۔

میں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دعا لے کر درگاہ شریف حضرت شاہ چوکھا رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوا اور مدرسہ شروع کیا۔ ابتدا مدرسہ ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۶۴ھ اور ۱۹۴۵ء ہے اللہ پاک نے خواب کی تعبیر پوری ہونے کا موقعہ عطا فرمایا۔ چنانچہ مدرسہ اپنی ابتدا ر سے لیکر آج تک ترقی کے ساتھ تعلیمی و تبلیغی خدمت حسب حیثیت برابر انجام دے رہا ہے اللہ پاک اس ضعیف کی معمولی سی محنت و جد و جہد کو قبول فرمائے اور ذریعہ نجات اخروی فرمائے آمین یا رب العالمین۔

میرا معمول ایک عرصہ سے چلا آ رہا ہے کہ بعد اذانِ فجر حضرت شاہ صاحب اور اپنے جملہ مشائخ و اساتذہ رحمہم اللہ کی ارواح پاک کو برائے ایصالِ ثواب کچھ پڑھ کر بخشتا رہتا ہوں۔

ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں اپنے وقت مقررہ پر حاضر ہوں۔ مزار کے مشرقی جانب سات خلفاء کی قبریں ہیں۔ شاہ صاحب باہر مزار سے نکل کر تشریف فرما ہیں۔ ان قبروں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا مولوی صاحب یہ بھی اپنے ہیں۔ میں نے قبروں کی طرف دیکھا۔ تمام قبریں نورانی ہیں بہت روشن ہیں۔ اس کے بعد ان حضرات کو بھی ایصالِ ثواب میں شریک کیا جاتا رہا ہے۔ یہ بھی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ کی دلیل ہے۔

۳۷ ایک مرتبہ حسب معمول حاضر ہوا۔ شاہ صاحب باہر تشریف فرما ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ جواب دے کر تیز لہجے میں فرمایا۔ مولوی صاحب میرے اوپر یہ بوجھ کیوں لاد رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت اس بوجھ کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تمام خرافات بدعات پیرزادے صاحبان کی جہالت ہے، بے خبری ہے۔ صبح مزار شریف کھلوا کر دیکھا بعض بالکل نامناسب چیزوں کو دور کیا گیا۔ لیکن بہت سی چیزیں فتنہ کی وجہ سے بادل ناخواستہ چھوڑنی پڑیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ شاہ صاحب بھی اس قسم کی خرافات و بدعات کو ہرگز پسند نہیں فرماتے اور کیسے پسند فرماتے کیوں کہ زبردست علمی و دینی خاندان کے روشن چراغ تھے۔ خود بھی زبردست عالم اور صاحب نسبت بزرگ و صاحب سلسلہ ہیں۔ جو چیزیں شریعت میں مردود ہیں اسے کوئی دین سے لگاؤ رکھنے والا ہرگز پسند نہیں کرسکتا۔ کیوں کہ ان پر

خدا کا غضب اور عذاب الٰہی ہے۔ یہ میں نے اپنی آنکھوں دیکھا ہے
اور دیکھتا رہتا ہوں کہ جو لوگ زیادہ خرافات و بدعات میں مبتلا رہے
ہیں۔ دنیاوی زندگیاں ایسی بگڑتی دیکھی ہیں جن کی مثالیں کم دیکھنے میں
آتی ہیں۔ آخرت بھی برباد ہو جاتی ہے اور دنیا بھی تباہ ہو جاتی ہے۔
اہل اللہ کے مزاج کے خلاف، اللہ و رسولؐ کی شریعت کے خلاف
کاموں میں دیر سویر ایسی تاثیر ہے کہ ایسے غلط عملوں میں حصہ لینے
والوں کا دین و دنیا کے لحاظ سے میدان بالکل صاف ہو جاتا ہے
اللہ پاک اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اہل پاک
وصلحاء اولیاء اللہ کے چلے ہوئے راستے کی حدود میں عمل کرنے
کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔
دنیا و آخرت کا برباد ہو جانا انسان کی بڑی بدبختی و محرومی ہے
اور بہت بڑے عذاب کا سامنا ہے۔ اللہ پاک ہر امتی کو صحیح ایمان
اور صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جدید تعمیرات مدرسہ اسلامیہ۔

چونکہ مدرسہ کے لئے بہت چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جس قدر
ضرورت مجبور کرتی گئی اس کے بقدر ضرورت تعمیر ہوتی گئی پہاڑ
کی چوٹی پر سب سے زیادہ اہم اور ہر وقت کی ضرورت پانی کی
ہے۔ مغلیہ دور میں خانقاہ تعمیر ہوتے وقت جس طرح انتظام کیا
تھا وہ ناقص رہا اور ختم ہوا

ابتداءً ۱۹۴۷ء میں مقامی روایات کی بنا پر مغلیہ دور کا ایک بڑا
حوض نشیب میں تھا جو باوڑی کے نام سے مشہور ہے۔ مشہور تھا
کہ اس میں سوت کا پانی ہے اس سلسلہ میں دہلی کے ایک رئیس
حاجی محمد یعقوب صاحب ایک ولی صفت انسان تھے میں ان سے
ملا کہ حوض کی لغرض پانی کھدائی کرانی ہے۔ آپ نے ایک ہے اپنا انجنیئر
میرے ساتھ کر دیا اور ایک بڑی رقم مزدوروں کے لئے عطا فرمائی۔
اگر کام شروع کرایا۔ ۲۵ ہاتھ نیچے پختہ فرش پھٹا ہوا نکل آیا۔ اوپر
سے تعمیر ۲۰×۲۰ ہاتھ ہے اور نیچے ۱۰×۱۰ ہے یعنی شرعی حوض دہ در
دہ ہے۔ لیکن پانی کی تکلیف مجبور کرتی رہی۔ پھر ۱۳۵۵ھ میں مشرقی
دامن میں کنواں کھودنا شروع کیا لیکن اس میں بھی کامیابی نہ ہوسکی۔ مدرسہ
ہذا کی طرف سے تبلیغی جلسہ ہوتا رہتا ہے اسوقت پانی کی ضرورت بہت
زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ ۱۳۸۹ھ میں پانی کی شدید قلت کی بنا پر حوض
تیار کیا گیا۔ جس میں زیادہ حصہ محترم حاجی عبدالحفیظ صاحب بلیماران
دہلی کا ہے جو کہ صدقہ جاریہ بن گیا۔ موسم برسات میں بارش کے
پانی سے طلباء بھر لیتے تھے۔ باقی ایام میں پکھال سے بھرا جاتا تھا۔ آخر
سقے بھی بھرتے بھرتے تنگ آگئے تھے اور مدرسہ والے بھی خرچہ
سے تنگ تھے۔ کچھ عرصہ ایسے ہی آزمائش میں گذر گیا۔ مثل مشہور ہے
پیاسا کنوئیں کے پاس جاتا ہے۔ خدا جب مہربان ہو تو کنواں خود کھنچ
کر آتا ہے۔ اللہ کی مہربانی متوجہ ہوئی۔ اور بصورت جرنیل شاہنواز

سابق مرکزی وزیر زراعت دہلی جون ۱۹۷۵ء ایک دعوت میں چودھری رحیم خاں صاحب کاٹھپوری کے یہاں تشریف لائے۔ مشورہ سے ایک گھنٹہ اوپر تشریف لانا بھی منظور فرمالیا۔ ضلع کے افسران ہمراہ ان کے ساتھ آئے۔ شام چار بجے دعوت کھاکر چلے۔ جون کا مہینہ پہاڑ کی چڑھائی۔ آتے ہی تمام نے پانی کا تقاضہ کیا اور پانی کی سخت ضرورت کا احساس کیا۔ اس پر بہت گفتگو ہوئی بالآخر وائر سپلائی کی منظوری کی بات طے پائی۔ ہریانہ سرکار نے سنٹر سے گفتگو طے کرکے ۱۰/اپریل ۱۹۷۶ء چیف منسٹر بنارسی داس گپتا کی وزارت میں پانچ لاکھ ۵۴ ہزار روپے شاہ چوکھا پرائے وائر سپلائی منظور کیا اور فوراً بہت تیزی سے کام شروع ہوا۔ آخر سال دسمبر تک کام مکمل ہوگیا اور نئے سال یکم جنوری ۱۹۷۷ء سے برابر پانی پورے گاؤں کو سپلائی کیا جارہا ہے۔ اللہ پاک نے ۱۹۴۴ء والے خواب کی تعبیر پوری ہونے کا موقعہ دیا۔ اللہ پاک شاہ چوکھا رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو بلند درجے عطا فرمائے۔ اب جنتا حکومت کے دور میں ہریانہ سرکار بہت اچھی طرح انتظام کررہی ہے۔ اندرون چار دیواری وصدر دروازہ ومتعلقات حسب ضرورت ۱۳۸۰ھ میں تعمیر ہوئے۔ قدیم عمارت بغیر دالان کے ہے۔ بارش اور گرمی کے موقعہ پر بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ اس ضرورت نے دالان بنانے پر مجبور کیا۔ حاجی محمد اسماعیل صاحب رام پوری تبلیغی جلسہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ دالان بنایا جائے چنانچہ ۱۳۸۷ھ میں تعمیر وتکمیل ہوئی زیادہ تر

حصہ حاجی محمد اسماعیل صاحب مرحوم رامپوری کا ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے
جنت الفردوس میں درجے بلند فرمائے۔ بہت خوبیوں کے انسان تھے
دینی صفت تھے تبلیغ سے بہت گہرا تعلق تھا۔ بکثرت سفر تبلیغ کرتے تھے جزاہ
اللہ عنا خیر الجزاء۔ مدرسہ و درگاہ کی مرمت اور جامع مسجد کی جدید تعمیر
سابق چیف منسٹر چودھری بنسی لال کی وزارت کے زمانے میں ہریانہ سرکار نے بہت ترقی
کی ہر گاؤں کو سڑک سے ملادیا اور بجلی پہنچادی، چنانچہ پہاڑ پر بھی بجلی آگئی ماہ صفر
۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں مدرسہ اور درگاہ شریف میں بجلی کی فٹنگ ہوگئی
پوری رات تمام درگاہ شریف روشن رہتی ہے۔ ایک کمرہ پرانا بوسیدہ حالت میں
قدیم جامع مسجد کے عقب میں پڑا ہوا تھا۔ مدرسہ کی ضرورت کی بنا پر ۱۳۹۴ھ میں
تعمیر ہوا اور ایک برجی اوپر برائے اذان تیار کی گئی۔ رمضان مبارک میں عیدین میں
اجتماعات کے موقعہ پر جگہ بہت کم ہوجاتی تھی اس ضرورت کی بنا پر بنیاد جامع مسجد جدید بعد
نماز جمعہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ ۱۴ نومبر ۱۹۷۵ء رکھی گئی ایک روپیہ بھی جمع نہیں تھا اللہ
پاک نے اہل خیر اور اچھے دل والوں کو حوصلہ ہمت عطا فرمائی۔ شاہ چوکھا والوں نے بہت
بڑھ چڑھ کر بار بار خوشی خوشی حصہ لیا اور قرب وجوار کے لوگوں نے بھی بہت مدد کی
لیکن تعمیر مکمل ہونے میں زیادہ حصہ دہلی والوں کا ہے خاص کر محلہ قصاب پورہ دہلی شیخ صاحبان
قریشی برادری کا ہے یہ تمام تر کوشش حاجی معراج الدین صاحب کارخانہ دار کی ہے انکی مساعی
جمیلہ کو اور معاونت کرنے والے تمام احباب کی کوششوں کو قبول فرمائے دنیا وآخرت میں بہتر
بدل عطا فرمائے اور اس صدقہ جاریہ کو ہمیشہ آباد رکھے اور سب تعاون کرنے والوں کی دنیا
وآخرت بہتر فرمائے۔ آمین۔ اللہ پاک نے اتنے بڑے کام کو اپنی مدد سے ۵ رمضان بروز جمعہ
۱۳۹۸ھ ۱۱ اگست ۱۹۷۸ء تکمیل تک پہنچا دیا۔ الحمد للہ علی احسانہ ذالک فضل اللہ یؤتیہ
من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔